السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا شوہر اور بیوی وفات کے بعد ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں؟ یعنی شوہر اگر پہلے فوت ہو جائے بیوی اسے غسل دے سکتی ہے؟ اسی طرح کیا بیوی پہلے فوت ہو جائے تو شوہر اسے غسل دے سکتا ہے؟ کتاب و سنت کی رو سے واضح کریں؟ جزاکم اللہ خیرا (ایک سائل، لاہور)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

زوجین میں سے کوئی ایک پہلے وفات پا جائے تو دوسرا اسے غسل دے سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جنازة من البقیع فوجدنی وأنا أجد صداعا فی رأسی وأنا أقول وارأساه فقال بل أنا یا عائشة وارأساه ثم قال: ماضرک لو مت قبلی فغسلتک ثم صلیت علیک ودفنتک"

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل الرجل امراتہ و غسل المراۃ زوجھا: 1465 سنن الدار قطنی، کتاب الجنائز: 1809-1811، السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجنائز، باب الرجل یغسل امراتہ اذا ماتت: 6/396۔ سنن الدارمی: 1/39۔ مسند ابی یعلی: 8/56)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک آدمی کے جنازے سے) بقیع سے واپس لوٹے۔ آپ نے مجھے اس حالت میں پایا کہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں ہائے ہائے کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! بلکہ میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا: تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں تجھے غسل دوں گا اور کفن پہناؤں گا اور تیرا جنازہ پڑھوں گا اور تجھے دفن کروں گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"لو کنت استقبلت من أمري ما استدبرت ما غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر نسائہ"

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل امراتہ و غسل المراۃ زوجھا: 1464، مسند ابی یعلی: 7/468۔ مسند احمد: 6/267۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز: باب فی ستر المیت عند غسلہ: 3141۔ السنن الکبری للبیھقی: 3/398 مستدرک حاکم: 3/50۔ موارد الظمآن: 2157، شرح السنۃ: 5/308، مسند شافعی: 1/211)

"اگر مجھے پہلے یہ بات یاد آ جاتی جو مجھے بعد میں یاد آئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیویوں کے سوا کوئی غسل نہ دیتا۔"

قاضی شوکانی رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوپر والی حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"فیہ دلیل علی أن المرأة یغسلہا زوجہا اذا ماتت وہی تغسلہ قیاساً" (نیل الاوطار: 4/31)

اس حدیث میں دلیل ہے کہ عورت جب مر جائے تو اس کو اس کا خاوند غسل دے سکتا ہے اور اس دلیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت بھی خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ کیونکہ شوہر اور بیوی کا ایک پردہ ہے جس طرح مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح عورت بھی مرد کو دیکھ سکتی ہے۔

علامہ محمد بن اسماعیل صاحب سبل السلام رحمة اللہ علیہ راقم ہیں:

"فیہ دلالة علی أن للرجل أن یغسل زوجتہ وہو قول الجمہور" (سبل السلام: 2/741'742)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے اور یہی قول جمہور ائمہ محدثین رحمہم اللہ اجمعین کا ہے۔ اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا۔ امام مالک رحمة اللہ علیہ عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ:

"أن أسماء بنت عمیس غسلت أبا بکر الصدیق حین توفی"

(المؤطا للامام مالک، کتاب الجنائز: 133، مع ضوء السالک، المصنف لعبد الرزاق: 3/410 الاوسط لابن المنذر: 5/335، شرح السنۃ: 5/308

جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :

"أن أسماء بنت عميس غسلت أبا بكر الصديق حين توفي"

(دارقطنی، باب الصلاۃ علی القبر : 1833، السنن الکبری للبیہقی : 3/396 المصنف لعبد الرزاق : 3/410، شرح السنۃ : 5/309، مسند شافعی : 1/211، حلیۃ الاولیاء : 2/43 فی ترجمۃ فاطمۃ رضی اللہ عنہا و اسنادہ حسن)

"بلاشبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ انہیں ان کا خاوند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں تو ان دونوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔"

علامہ احمد حسن محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"یدل علی أن المرأۃ یغسلہا زوجہا و ہی تغسلہ بإجماع الصحابۃ لأنہ لم ینقل من سائر الصحابۃ إنکار علی أسماء و علی فکان إجماعا" (حاشیہ بلوغ المرام : 105)

"یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو اس کا شوہر غسل دے سکتا ہے اور وہ اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اس لئے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر کسی بھی صحابی کا انکار منقول نہیں تو یہ مسئلہ اجماعی ہوا۔"

عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا تو سب اہل علم کے ہاں متفق علیہ ہے۔

(الاوسط لابن المنذر 334/5)

البتہ مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا مختلف فیہ ہے۔ جمہور ائمہ محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے ہاں جائز و درست ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم المعروف بابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ، جابر بن زید، عبدالرحمن بن الاسود، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، قتادہ، حماد بن ابی سلیمان، مالک اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ جیسے کبار ائمہ و محدثین رحمہم اللہ اجمعین سے یہی بات نقل کی ہے۔
(الاوسط : 336'5/335)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

جلد 3۔ کتاب الجنائز۔ صفحہ 185

محدث فتویٰ